مواعظِ اختر نمبر ۱۲

امراضِ روحانی کے معالجات





شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ادارۃ الیفات اختریہ
hazratmeersahib.com



امراضِ روحانی کے معالجات

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر
اِدارۂ تالیفاتِ اختریہ
بی ۸۴، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی
www.hazratmeersahib.com



بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
بہ امیدِ نصیحت دوستوں کی اشاعت ہے

محبت تیرا صدقہ ہے ثمر تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

یہ انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اپنی حیاتِ مبارکہ میں اپنی جملہ تصانیف پر تحریر فرمایا کرتے تھے۔

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: امراضِ روحانی کے معالجات

نامِ واعظ: محبی ومحبوبی مرشدی ومولائی سراج المِلّت والدِّین شیخ العرب والعجم عارف باللہ قطب زماں مجددِدوراں حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وعظ: ۱۵ ذوالحجہ ۱۴۰۳ھ بمطابق ۲۳ ستمبر ۱۹۸۳ء بروز جمعہ

مقام: خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال کراچی

موضوع: وساوس، غصہ اور شہوت کا علاج

مرتب: حضرت اقدس سید عشرت جمیل میر صاحب دامت برکاتہم
خادمِ خاص وخلیفہ مجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

اشاعتِ اوّل: ۱۲ محرم ۱۴۳۶ھ مطابق ۵ نومبر ۲۰۱۴ء

ناشر: اِدارۂ تالیفاتِ اختریہ
بی ۸۴، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی

فہرست

عنوانات | صفحہ نمبر



امراضِ روحانی کے معالجات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا حَنْظَلَۃُ سَاعَۃً وَّسَاعَۃً

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الدعوات، باب ذکر اللہ عز وجل، ص:۱۹۷)

یہ ایک حدیث پاک کا جز ہے، جس کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے اور مشکوٰۃ شریف میں بھی ہے۔ ایک روحانی بیماری ہے کہ دل میں وسوسہ آئے یا عبادت میں دل نہ لگے یا دل کی حالت میں کچھ تبدیلی محسوس ہو، جیسے کسی بزرگ کی صحبت میں ایمان ویقین میں بہت ترقی محسوس ہوئی اور جب اس بزرگ کی صحبت سے اپنے اپنے گھر گئے، بال بچوں میں لگے تو وہاں جا کر دل میں ایمان و یقین کی کمی محسوس ہوئی ، وہ آدمی سمجھتا ہے کہ میں محروم ہوں اور یہ وسوسے جو آرہے ہیں گناہوں کے یا کفر کے اس کی وجہ سے نعوذ باللہ اب ہمارا ایمان ہی نہیں رہا۔

کفر اور گناہ کے وساوس پر غم ہونا علامتِ ایمان ہے

اس سلسلہ میں دو باتیں عرض کرنی ہیں ۔ وسوسہ چاہے کفر کا آئے، چاہے گناہ کا آئے، جب تک آپ اس کو برا سمجھتے رہیں گے آپ کے ایمان میں کوئی خلل نہیں آئے گا، چنانچہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے جب عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرے قلب میں ایسے برے برے وسوسے آتے ہیں کہ جل کر کوئلہ ہوجانا مجھے پسند ہے لیکن میں ان کو زبان پر نہیں لاسکتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ذَاكَ صَرِيحُ الْإِيمَانِ))

(مشکاةُ المصابیح، باب فی الوسوسة، ص:۱۸)

یہ عین ایمان کی علامت ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چور کسی خالی گھر میں داخل نہیں ہوتا لَا يَدْخُلُ السَّارِقُ بَيْتًا خَالِيًا چور کبھی خالی گھر میں نہیں آتا، جس کے دل میں ایمان کی دولت ہوتی ہے شیطان اسی کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذَاكَ صَرِيحُ الْإِيمَانِ تو معلوم ہوا کہ جس کے قلب میں بہت وسوسے آئیں تو وہ اس کے ایمان کی دولت کی علامت ہے۔

شیطانی وساوس سے بچنے کی دعا

لہٰذا وسوسوں سے گھبرانا نہیں چاہیے، بس ان کو برا سمجھو اور یہ بھی کہہ لو جو حدیث کا علاج ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ رَدَّ اَمْرَهٗ اِلَى الْوَسْوَسَةِ))

(مشکاةُ المصابیح، باب فی الوسوسة، ص:۱۹)

الحمد للہ، اس اللہ کا شکر ہے جس نے شیطان کے مکر اور دشمنی کو صرف وسوسے ڈالنے ہی کی طاقت دی ہے، وہ صرف وسوسہ ڈال سکتا ہے، آپ کو زبردستی سینما گھر نہیں لے جائے گا، زبردستی اٹھا کر شراب خانہ نہیں لے جائے گا، آپ کی نگاہ کو زبردستی کسی ٹیڑی سے بدنگاہی کے لیے مجبور نہیں کرے گا، صرف دل میں بُرے بُرے تقاضے ڈالتا ہے، اب آگے آپ کی مرضی ہے کہ ان تقاضوں پر عمل کریں یا نہیں۔

اگر کوئی شخص آپ سے کہے کہ آگ میں ہاتھ ڈال دو تو آپ کسی کے کہنے میں کیوں آتے ہیں، اس سے زیادہ شیطان کو طاقت نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیطان کے وسوسوں کا علاج اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

سے بھی فرمایا ہے۔ جب شیطان وسوسہ ڈالے تو شیطان کا مقابلہ مت کرو، شیطان کو جواب دینے کی کوشش مت کرو اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھ کر بائیں طرف تین بار تھوک دو۔

شیطان، اللہ کے دربار سے باہر نکالا ہوا کتّا ہے

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیطان ایک کتا ہے جو اللہ کے دربار کے دروازہ کے باہر کھڑا ہے۔ جیسے دنیا میں کسی بنگلہ والے کے پاس جاتے ہو اور اس کا کتا باہر کھڑا ہوتا ہے تو آپ کتے سے نہیں لڑائی کرتے، جب وہ بھونکتا ہے اور آپ پر حملہ کرتا ہے تو آپ اس کو پتھر نہیں مارتے بلکہ گھنٹی بجا کر کتے کے مالک سے کہتے ہیں کہ میں اندر آنا چاہتا ہوں، آپ اپنے کتے کو خاموش کرا دیجئے، جب تک مالک کی آواز نہیں سنتا کتا خاموش نہیں ہوتا۔ یہ میرا تجربہ ہے۔ امیر لوگ باہر کے ممالک سے بھیڑیئے کی نسل کے جو کتے منگواتے ہیں کہ اگر کوئی چور آئے تو گردن پکڑ کر مار دے، اگر کوئی دروازہ میں قدم رکھ دے تو گردن پکڑ کر بالکل مار ہی دے لیکن جب وہی مالک کہہ دیتا ہے کہ خاموش، تو وہ خاموش ہو جاتا ہے۔

تو محدثِ عظیم ملا علی قاریؒ جنہوں نے گیارہ جلدوں میں مشکوٰۃ کی شرح لکھی ہے فرماتے ہیں کہ شیطان بھی اللہ تعالیٰ کے دربار سے نکالا ہوا کتا ہے، جو دربار کے دروازہ پر کھڑا ہوا ہے، جب کوئی خدا کے دربار میں جانا چاہتا ہے تو یہ اس پر بھونکتا ہے لہٰذا آپ گھنٹی بجایئے، اللہ تعالیٰ کو بلایئے۔ مگر کیسے بلاؤ گے؟ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھ کر کہ اے اللہ! اس مردود کتّے سے جو آپ کے دربار کے باہر کھڑا ہے، میں آپ کی رحمت کی پناہ چاہتا ہوں، آپ کے دربار میں آنا چاہتا ہوں، آپ اس کتے کو خاموش کر دیں۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ مَعَ اللُّطفِ الْاِلٰھِیِ لَا اَضْعَفُ مِنْہُ وَ لَا اَذَلُّ اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم کے ہوتے ہوئے شیطان سے بڑھ کر کوئی ذلیل اور کمزور نہیں ہے۔ بس اللہ تعالیٰ کا کرم ہونا چاہیے۔ ورنہ ہم شیطان سے براہِ راست نہیں نمٹ سکتے۔ کیوں؟ اس لئے کہ یہ بہت بڑی ذات کا کتا ہے، یہ بڑے عظیم الشان مالک کا کتا ہے۔ جیسے دنیا میں جو امیر لوگ ہوتے ہیں وہ اپنے کتے باہر سے امپورٹ کرتے ہیں ،خونی قسم کے کتے منگواتے ہیں۔ تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کتنے عظیم الشان ہیں اور ان کا کتا کتنی طاقت والا ہوگا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے، ہم جب کہیں گے خاموش ہوجا تب یہ مانے گا، یہ ہمارا کتا ہے، یہ مردود ہے، دربار سے نکالا ہوا ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا عمدہ جواب دیا کہ شیطان کے پیچھے مت لگو اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے ذِکر میں لگے رہو، اللہ کی یاد میں لگے رہو، شیطان کا زیادہ تذکرہ بھی مت کرو، ہم دشمن کے تذکرہ کے لئے نہیں پیدا ہوئے ہیں، ہم برائے ذکرِ دوست ہیں۔ ہمیں جو وقت ملے ہم اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگ جائیں، بس جس وقت وہ بھونکنا شروع کرے اس وقت اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھ کے تین دفعہ بائیں جانب ہلکا سا تھوک دو۔

ایک شخص نے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ میرے دل میں کفر کے وسوسے آتے ہیں کہ نعوذ باللہ، اللہ تعالیٰ ہے یا نہیں ہے۔ تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کیا آپ کو ان وسوسوں سے تکلیف ہوتی ہے؟ اس نے لکھا کہ حضرت! اتنا غم ہوتا ہے کہ بہت زیادہ پریشان ہوجاتا ہوں۔ تو حضرت نے لکھا کہ جب تک آپ کفر کے وسوسوں سے ناراض ہیں، غمگین ہیں، آپ کا ایمان سلامت ہے کیونکہ دنیا میں کوئی کافر اپنے

کفر سے غمگین نہیں ہے، دنیا میں جتنے بھی کافر ہیں کسی کو بھی اپنے کفر کا غم نہیں ہے، اگر کفر کا غم ہوتا تو اسلام لے آتے، لہٰذا جو شخص بھی فسق سے یا کفر سے ناراض ہے، دل سے برا سمجھتا ہے، ایسے شخص کے بارے میں سمجھ لو کہ اس کا سو فیصد ایمان ہے۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

اب دوسرا وسوسہ یہ ہوتا ہے کہ بزرگوں کے پاس جا کر ایمان میں ترقی ہوجاتی ہے اور جب اپنے بال بچوں میں جاتا ہے تو پھر دل کی کیفیت بدل جاتی ہے تو آدمی سمجھتا ہے کہ میرا آنا جانا بیکار ہے لہٰذا یہ واقعہ ایک حدیث کے اندر موجود ہے کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لَقِيَنِيْ اَبُوْ بَكْرٍ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مجھ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھ سے پوچھا كَيْفَ أَنْتَ يَا حَنْظَلَةُ؟ تمہارا کیا حال ہے؟ تو میں کہنے لگا نَافَقَ حَنْظَلَةُ حنظلہ تو منافق ہوگیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا سُبْحَانَ اللهِ مَا تَقُوْلُ؟ سبحان اللہ! تم کیا کہہ رہے ہو؟ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے جنت اور دوزخ کا تذکرہ کرتے ہیں تو ہمیں ایسا یقین ہوتا ہے کہ ہم جنت اور دوزخ کو گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں لیکن جب ہم اپنے گھروں کو جاتے ہیں

فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالْأَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ نَسِيْنَا كَثِيْرًا

(مسلم شریف، کتاب التوبہ، باب فضل دوام الذکر والفکر۔ رقم: ۲۷۵۰)

تو ہم اپنی بیویوں، اپنی اولاد، اپنے مال ومتاع وسامان کے پیچھے لگ جاتے ہیں تو نَسِيْنَا كَثِيْرًا تو ہم سب بھول بھال جاتے ہیں، دنیا میں مشغول ہوجاتے

ہیں یعنی ویسا ایمان نہیں رہتا جیسا کہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں تھا۔
قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ : فَوَاللهِ إِنَّا لَنَلْقٰى مِثْلَ هٰذَا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں بھی اپنے کو ایسے ہی پاتا ہوں۔ لو بھئی! صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی فرمادیا کہ میرا بھی یہی حال ہے۔ پس دونوں حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا روحانی مرض اپنے معالج سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر تم لوگوں کا ہر وقت یہی حال رہے جیسا میری صحبت میں رہتا ہے، میری صحبت میں تمہارا ایمان ویقین، اللہ کی ذات، قیامت، جنت ودوزخ سب سامنے رہتا ہے اتنا یقین اگر ہر وقت رہے تو تمہارا کیا حال ہوگا؟ تمہارے بچھونوں پر اور تمہاری گلیوں میں فرشتے تم سے مصافحہ کرنے لگیں۔ لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ عَلٰى فُرُشِكُمْ وَفِيْ طُرُقِكُمْ وَلٰكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَّسَاعَةً۔ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ آپ نے یہ بات تین دفعہ فرمائی۔

کیفیات میں تبدیلی کی وجہ

اس کی شرح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اس مضمون کو بیان کیا کہ اگر ایسی حالت رہے گی تو فرشتے تم سے تمہارے بچھونوں پر اور تمہاری گلیوں میں مصافحہ کرنے لگیں گے، تو پھر کیا حال ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ پھر تم دنیا کے کام کے نہیں رہو گے، سارا نظامِ عالم معطل ہوجائے گا، لہٰذا یہ تبدیلی جو میرے پاس سے جاکر بال بچوں میں ہوتی ہے، اس کی وجہ سے تم منافق نہیں ہوئے ہو۔ مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ میں محدث عظیم ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لَا يَكُوْنُ الرَّجُلُ مُنَافِقًا بِأَنْ يَّكُوْنَ فِيْ وَقْتٍ عَلَى الْحُضُوْرِ وَ فِيْ وَقْتٍ عَلَى الْفُتُوْرِ، فَمِنْ سَاعَةِ الْحُضُوْرِ تُؤَدُّوْنَ حُقُوْقَ

رَبِّكُمْ، وَفِيْ سَاعَةِ الْفُتُوْرِ تَقْضُوْنَ حُظُوْظَ أَنْفُسِكُمْ یعنی جس وقت تمہارے قلب پر اللہ تعالیٰ کی حضوری کا غلبہ ہو، نبی کی صحبت سے یا نبی کے غلام کسی اللہ کے ولی کی صحبت سے تو اس وقت اللہ کے حقوق ادا کرنے کی تمہاری قابلیت بڑھ جاتی ہے، اگر ہر وقت یہی حالت ہو تو تم اللہ تعالیٰ کا حق تو ادا کرلو گے لیکن بال بچوں کے لئے روٹی کی فکر اور بال بچوں کے لئے دکان کھولنا مشکل ہوجائے گا۔ یہ ہے اعتدال، اسی لئے جن لوگوں کے اوپر بال بچوں کی ذمہ داری نہیں تھی وہ مجذوب ہوگئے بلکہ ان کے منہ سے أَنَا الْحَقُّ نکل گیا۔

زیادہ یکسوئی سے غلبۂ حال ہوجاتا ہے

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم الٰہ آباد کے بہت جلیل القدر بزرگ ہیں۔ مولانا علی میاں، میرے شیخ اور بڑے بڑے محدثین ان سے دعا لینے جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ فرمانے لگے دیکھو! بال بچوں کا ہونا، پوتا پوتی، نواسہ نواسی، بیٹا بیٹی، داماد یہ سب فکریں جو ہیں یہ بڑی نعمت ہیں۔ پھر ہنس کر فرمایا کہ اگر حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ کے داماد، بیٹے، بیٹیاں، پوتے اور نواسے ہوتے اور بیٹی آکر روتی کہ آج میرے شوہر نے مجھے ستایا ہے اور نواسے کو پیچش لگی ہوتی اور پوتا کہتا کہ مجھے زکام ہورہا ہے اور بیوی دروازہ کھٹکھٹاتی کہ یہ لاؤ، وہ لاؤ، نمک نہیں ہے، مرچیں نہیں ہے، دھنیا نہیں ہے تو منصور کے منہ سے کبھی أَنَا الْحَقُّ نہ نکلتا یعنی زیادہ یکسوئی سے غلبۂ حال ہوجاتا ہے۔

شیخ کے بتائے ہوئے معمولات سے زیادہ مت کرو

اسی لئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں سالکین کو ہدایت کرتا ہوں کہ خلوت میں اتنی دیر کے لئے رہو جتنی دیر شیخ کے بتائے

ہوئے ذِکر واذکار وعبادات ہیں، اور جب معمولات پورے ہوجائیں تو فوراً اپنے ماں باپ کے، بال بچوں کے حقوق میں لگ جاؤ، اپنے کاروباروزرق میں لگ جاؤ ورنہ اگر ایسی ہی حالت رہی تو مزاج میں اعتدال قائم نہیں رہے گا، مزاج میں گرمی آجائے گی، ہر ایک سے لڑائی شروع کردے گا، بظاہر کہے گا کہ میں بڑا جلالی فقیر ہوں، میرے جلال کی تم تاب نہیں لاسکتے لیکن اصل میں وہ جلالی نہیں پاگل ہونے کے قریب ہورہا ہے۔

ذِکر میں روشنی نظر آنا

اسی لئے شیخ کی ضرورت پڑتی ہے۔ایک صاحب نے حضرت تھانوی کولکھا کہ مجھے آج کل ذِکر میں روشنی نظر آرہی ہے،کوئی جاہل پیر ہوتا تو کہتا کہ مبارک ہو تجلی نظر آگئی ہے، اب جلد ہی عرش پر پہنچنے والے ہو۔لیکن حضرت نے کیا جواب لکھا، فرمایا کہ یہ روشنی علامت ہے کہ آپ کے دماغ میں خشکی بڑھ گئی ہے لہٰذا ذِکر کوملتوی کردیں اور دماغ میں بادام کا تیل لگائیں اور خمیرہ گاؤزبان جواہر والا کھائیں اور باغات میں ٹہلنا شروع کردیں، شبنم پڑی گھاس پر ٹہلنا شروع کردیں۔دیکھا آپ نے! یہ ہے شیخ۔

کبر کا علاج

ایک صاحب تھانہ بھون میں آئے اور ہر ایک پر داروغہ بن گئے، کسی کو کہہ رہے ہیں کہ تم نے یہاں لوٹا کیوں رکھ دیا، یہاں ایسے کیوں کھڑے ہو، غرض پوری خانقاہ کے کوتوال بن گئے۔حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب دیکھا تو فرمایا کہ یہ سب مجھ سے علاج کرانے آئے ہیں یا آپ ان کے ڈاکٹر ہیں؟ آپ مریض ہیں یا تھانہ بھون میں ڈاکٹر بن کر آئے ہیں؟ کہنے لگے کہ میں

تو علاج کروانے آیا ہوں۔ فرمایا آپ تو دوسروں کا علاج کررہے ہیں، آپ نے تو سب کو انجکشن لگادیا، آپریشن کرنا شروع کردیا۔ پھر فرمایا کہ تمہارے اندر کبر ہے کبر، لہٰذا آج سے تمہارا ذِکر ملتوی کیا جاتا ہے، ابھی تمہارا معدہ حلوہ کھانے کے قابل نہیں ہے، تمہیں جلاب دیا جائے گا، فاسد المعدہ کو پہلے جلاب دیا جائے گا تاکہ پیٹ سے سب صفرا اور گندا مادّہ نکلے پھر حلوہ ملے گا، ذِکر حلوہ ہے، لیکن ابھی تمہارا معدہ اس قابل نہیں ہے لہٰذا پہلے تمہارے کبر کا علاج ہوگا، ابھی ذِکر کو ملتوی کرو اور فرمایا کہ میں ذکر کے لیے ترک کا لفظ استعمال نہیں کرتا، ذِکر کے لئے ترک کا لفظ کہنا خلافِ ادب ہے لہٰذا لفظِ ملتوی استعمال کرتا ہوں۔ تو فرمایا کہ اب تمہارا علاج یہ ہے کہ وضوخانہ کی نالیاں صاف کرو، بلغم صاف کرو، بیت الخلاء صاف کرو اور خانقاہ میں جھاڑو لگاؤ، جب میں دیکھ لوں گا کہ تمہارا نفس مٹ گیا پھر ذِکر بتلاؤں گا۔ یہ ہے علاج معالجہ، یہ اکڑ دکھانے کا راستہ نہیں ہے، یہ نفس کو مٹانے کا راستہ ہے۔

تصوف کا حاصل نفس کو مٹانا ہے

سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ حضرت! تصوف کا حاصل کیا ہے؟ تصوف میں کیا ہوتا ہے؟ تصوف کا مقصد کیا ہے؟ فرمایا تصوف کا حاصل صرف نفس کو مٹا دینا ہے۔ اور خود اپنے سے نفس نہیں مٹتا اس کے لئے بزرگوں کی جوتیاں اٹھانی پڑتی ہیں۔ ایک عالم کے اندر کبر کا مرض پیدا ہوگیا، وہ اللہ! اللہ! کرتا تھا مگر مزا نہیں آتا تھا، سارا مزا چھن گیا، دل پر رحمت کی بارشیں ختم ہوگئیں۔ تو اپنے شیخ سے کہا کہ حضرت! میں تو برباد ہوگیا ہوں، میرے دل کا ستیاناس ہوگیا۔ شیخ اس کا چہرہ دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ یہ کبر میں مبتلا ہے، ذِکر کی

وجہ سے اس کے اندر تکبر اور بڑائی کی بیماری آ گئی ہے، لہٰذا شیخ نے فرمایا کہ ایک اخروٹ کا ٹوکرا لو، اس میں ایک ہزار اخروٹ رکھو اور اُس محلہ میں جاؤ جس میں بچے زیادہ تعداد میں ہوں اور وہاں بچوں میں اعلان کرو کہ جو میرے سر پر ایک چپت لگائے گا، ایک دھپ رسید کرے گا اس کو میں پانچ اخروٹ انعام میں دوں گا۔ محلہ کے لڑکوں نے سوچا سبحان اللہ کیا عمدہ کھلونا آیا ہے، چپت لگانے کا مزا بھی ملے گا اور پانچ اخروٹ بھی ملیں گے۔ اب دھڑا دھڑ لڑکوں نے پٹائی شروع کر دی اور ان کی پگڑی جا کر دور گری۔ ایک عالم آدمی کی دُرگت ہو گئی لیکن باطن کا کیا حال ہوا سنو ؎

نہ سازد عشق را کنج سلامت
خوشا رسوائی کوئے ملامت

اللہ کے عشق کے راستہ میں یہی ہوتا ہے، مبارک ہے وہ ذلت جو اللہ کے راستہ میں اصلاحِ نفس کے لئے پیش آئے۔ خواجہ صاحب اسی کو فرماتے ہیں ؎

نہ لو نامِ الفت جو خودداریاں ہیں
بڑی ذلتیں ہیں بڑی خواریاں ہیں

اور فرمایا کہ ؎

عشق کی ذلت بھی عزت ہو گئی
لی فقیری بادشاہت ہو گی

پھر کیا ہوا سنو! ادھر ٹوکرا اخروٹ سے خالی ہوا ادھر سر کبر سے خالی ہوا۔ اب جب اللہ تعالیٰ کا نام لیا تو ایک ہی اللہ میں واصل ہو گئے، ایک اللہ ایسے درد سے نکلا کہ اسی وقت صاحبِ نسبت ہو گئے۔ تو حالات کے تغیر سے گھبرانا نہیں چاہیے۔

معیتِ خاصہ دوامِ ذکر سے عطا ہوتی ہے

اللہ تعالیٰ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کو نور سے بھر دے، حضرت کمالاتِ اشرفیہ میں لکھتے ہیں کہ جس کا دل اللہ کی یاد میں لگتا نہ ہو لیکن شیخ کا حکم سمجھ کر وقت پر تسبیح اٹھا کر اللہ! اللہ! کر لیتا ہے گو دل نہیں لگتا، مزا بھی نہیں آتا تو اس شخص کو بھی اللہ تعالیٰ اپنا ولی بنالے گا اور وہ ذِکر جو بغیر حضوریٔ قلب کے، بغیر دل لگے ہوئے، بغیر لذت کے کیا گیا، اس ذِکر پر بھی اللہ اس کے قلب پر اپنی معیتِ خاصہ کا انکشاف فرما دیں گے یعنی وہ معیتِ خاصہ جو اہل اللہ کو عطا ہوتی ہے۔ معیت کے معنیٰ ہیں قلب کی حضوری اور وہ تمام نعمتیں اس کو مل جائیں گی جو اولیاء اللہ کو ملتی ہیں۔

دیکھو! جب صحابہ کے حالات میں تبدیلی آگئی تو کیا انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جانا چھوڑ دیا؟ بعض بیوقوفوں کو شیطان یوں بہکاتا ہے کہ میاں ایمان تو بس اللہ والوں کی مجلس تک ہی رہتا ہے، جب وہاں سے باہر نکلتے ہیں اور آدمی تجارت کرنے جاتا ہے یا بال بچوں میں لگتا ہے تو پھر ایمان ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ ارے میاں! کیوں گھبراتے ہو، جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ حالات پیش آئے تو آپ کیوں گھبراتے ہیں، آتے جاتے رہو، اللہ کے فضل سے اس میں بھی حکمت ہے، اگر یکساں حالت رہے تو کاروبارِ زندگی مشکل ہو جائے گا، لہٰذا دونوں حالتیں رہنے دو، کبھی ان کی یاد کا غلبہ ہو جائے تو اس میں مشغول ہو جاؤ، جب ذِکر وفکر کا غلبہ ہو تو اس وقت الحمد للہ کہو، جب کوتاہیاں ہونے لگیں، سستیاں آنے لگیں تو استغفر اللہ پڑھ لو۔

کبھی طاعتوں کا سرور ہے کبھی اعترافِ قصور ہے
ہے مَلک کو جس کی نہیں خبر وہ حضور میرا حضور ہے

سید علی بن میمون کا واقعہ

آگے ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کے ذیل میں ایک واقعہ بیان فرمایا ہے جس کا عنوان ہے وَقَدْ یَمْنَعُ الشَّیْخُ مُرِیْدَہٗ مِنَ الْاِشْتِغَالِ الدِّیْنِیَّۃِ لِحُصُوْلِ رُسُوْخِ الذِّکْرِ یعنی کبھی شیخ کامل ذِکر دیتا ہے اور باقی دینی کاموں سے منع کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تم بس وہی کرو جو میں کہہ رہا ہوں۔ اس واقعہ کے ذیل میں ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک مفتی صاحب تھے جو مدرس بھی تھے، ان کا نام اَلشَّیْخُ عُلْوَانُ الْحَمَوِیِّ ہے، ان کے شیخ کا نام اَلسَّیِّدُ عَلِیُّ بْنُ مَیْمُوْنٍ الْمَغْرِبِیُّ ہے، ملا علی قاری نے پیر کا نام بھی بتا دیا اور مرید کا نام بھی بتا دیا اور شیخ صاحب سید کے نام سے مشہور تھے۔ سید علی بن میمون یہ ہیں شیخ اور مرید کون تھے الشیخ علوان الحموی اور یہ مفتی اور مدرس تھے۔ پس جب یہ سید صاحب سے بیعت ہوئے تو انہوں نے ان کو تمام امور سے منع کر دیا وَاَشْغَلَہٗ بِالذِّکْرِ اور صرف ذِکراللہ میں مشغول کر دیا، فرمایا کہ جب تک میں نہ کہوں فتویٰ بھی نہ دینا اور پڑھانا بھی مت بس اللہ کے ذِکر میں لگ جاؤ۔ اب جاہلوں نے طعنہ دیا بِأَنَّہٗ أَضَلَّ ارے یہ کیسا پیر ہے، اتنے بڑے عالم کو اس نے گمراہ کر دیا، فتویٰ دینے سے روک دیا، مسئلہ بتانے سے روک دیا اور مدرسہ میں پڑھانے سے بھی روک دیا۔ اس کے بعد شیخ کو خبر ملی کہ یہ کبھی کبھی تلاوت بھی کرتے ہیں فَمَنَعَہٗ مِنْہُ تو اس سے بھی منع کر دیا کہ ابھی فی الحال تلاوت بھی نہ کرو۔

نفلی عبادات سے صحبتِ شیخ زیادہ اہم ہے

اس پر قصہ یاد آیا کہ عصر کا وقت تھا، مکہ مکرمہ میں ایک عالم نے حضرت مولانا ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم سے پوچھا کہ حضرت! اس وقت شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب کی مجلس ہے، میں مجلس میں جاؤں

یا طواف کرنے جاؤں؟ فرمایا کہ اگر تمہاری آنکھ میں درد ہو رہا ہے تو پہلے ڈاکٹر کے پاس جاؤ گے یا تلاوت کرو گے؟ بس ہنس کر شیخ کے پاس چلے گئے۔ مطلب یہ کہ اللہ والوں کے پاس دل کی آنکھیں کھلتی ہیں، پھر کعبہ، کعبہ نظر آتا ہے۔

اب اسی قصہ میں شیخ نے قرآن کی تلاوت سے بھی منع کر دیا تو پہلے تو لوگوں نے کہا کہ شیخ الاسلام کو اس پیر نے گمراہ کر دیا اور جب تلاوتِ قرآن سے بھی منع کر دیا تب لوگوں نے کیا کہا فَقَالَ النَّاسُ اِنَّہٗ زِنْدِیْقٌ کہ یہ پیر نہیں ہے، بالکل ہی زندیق ہے، مردود و گمراہ ہے، دیکھو تلاوت سے بھی منع کر دیا لیکن مرید چونکہ سمجھدار تھے، عالم تھے، مفتی تھے، لہٰذا انہوں نے اپنے شیخ کی اطاعت کی، شیخ نے جو ذِکر بتایا اسی میں لگے رہے، یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے سلوک کی تکمیل کر دی وَانْجَلَتْ مِرْاٰۃُ قَلْبِہٖ اور ان کا دل روشن ہو گیا وَحَصَلَ لَہٗ مُشَاھَدَۃُ رَبِّہٖ اور ان کو اپنے رب کا مشاہدہ ہوا پھر اجازت دے دی کہ اب قرآنِ کریم کی تلاوت کرو۔ جب صاحبِ نسبت ہو گئے اور دل کی آنکھیں کھل گئیں اور اللہ تعالیٰ سے نسبت قائم ہو گئی، اب جو قرآنِ کریم کھولا تو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کے کھولتے ہی ابدی، ازلی علوم اور معرفت کے تمام خزانے منکشف ہو گئے۔

وَظَھَرَ لَہٗ کُنُوْزُ الْمَعَارِفِ وَالْعَوَارِفِ الظَّاھِرِیَّۃِ وَالْبَاطِنِیَّۃِ. فَقَالَ السَّیِّدُ:
أَنَا مَا کُنْتُ أَمْنَعُکَ عَنِ الْقُرْآنِ، وَإِنَّمَا کُنْتُ أَمْنَعُکَ عَنْ لَقْلَقَۃِ اللِّسَانِ
وَالْغَفْلَۃِ عَمَّا فِیْہِ مِنَ الْبَیَانِ فِیْ ھٰذَا الشَّأْنِ،

(مرقاۃ، کتاب الدعوات، باب ذکر اللہ عزوجل، رقم الحدیث: ۲۲۶۹)

پھر شیخ نے کہا کہ میں نے تم کو قرآن سے منع نہیں کیا تھا، میں نے منع کیا تھا لَقْلَقۂ لسان سے یعنی زبان سے لق لق کر رہے ہو، اندر قلب پر اس کا کوئی اثر نہیں۔

ایک صاحب نفلی حج کرنے جا رہے تھے۔ ایک اللہ والے نے ان

سے پوچھا کہ کہاں جارہے ہیں؟ کہا اللہ کے گھر جارہا ہوں ۔ پوچھا اللہ میاں سے جان پہچان بھی ہے؟ کیا گھر والے سے جان پہچان کرلی؟ کہا صاحب! ان سے تو جان پہچان نہیں ہے۔ فرمایا پھر گھر کا کیا مزا آئے گا۔ چنانچہ ایک سال اس اللہ والے کے پاس رک گئے اور اللہ تعالیٰ کی محبت و معرفت سیکھی پھر اگلے سال جب حج کرنے گئے تو کعبہ کچھ اور ہی نظر آیا۔

اللہ والوں کی صحبت میں نہ جانے کا نقصان

میں نے اپنے کانوں سے کعبہ کے اندر خود سنا ہے، ایک حاجی دوسرے حاجی سے کہہ رہے تھے کہ آج میں نے فلپس کا جو ریڈیو لیا ہے آہا کیا اچھی موسیقی بجاتا ہے۔ میں نے کہا اے حاجی صاحبان! کعبہ کے سامنے فلپس ریڈیو کی باتیں کیوں کررہے ہو؟ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے دیار و بستیوں میں اللہ والوں کی صحبت نہیں اُٹھائی، دل کی بند آنکھیں لے کر آئے ہیں، آنکھیں بنوا کر آتے تو کعبہ کچھ اور ہی نظر آتا۔

مَا مِنْ قَوْمٍ یَّقُوْمُوْنَ......الخ کی شرح

ایک بات اور عرض کردوں کہ ہم لوگ جب جمع ہوتے ہیں تو گپ شپ لگاتے ہیں، تاریخی باتیں کرتے ہیں، سیاسی باتیں کرتے ہیں، تجارت کی باتیں کرتے ہیں لیکن اللہ کا ذِکر نہیں کرتے۔ جہاں چند لوگ جمع ہوجائیں اور اللہ تعالیٰ کے ذِکر کے بغیر وہ مجلس ختم ہوئی تو مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے کہ

((مَا مِنْ قَوْمٍ یَّقُوْمُوْنَ مِنْ مَّجْلِسٍ لَّا یَذْکُرُوْنَ اللهَ فِیْهِ اِلَّا قَامُوْا عَنْ مِثْلِ جِیْفَةِ حِمَارٍ وَّ کَانَ عَلَیْهِمْ حَسْرَةٌ))

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الدعوات، باب ذکر اللہ عزوجل، ص:۱۹۸)

جو لوگ کسی مجلس سے بغیر ذکر اللہ کے اُٹھے ان کی مثال ایسی ہے جیسے مردہ

گدھے کو کھا کر اٹھے ہیں۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین وجہ سے مردہ گدھے کے ساتھ تشبیہ دی ہے، نمبر ایک اَرْذَلُ الْحَيَوَانَاتِ الَّتِيْ تُخَالِطُ بِالنَّاسِ گدھا سب سے کمینہ اور خسیس جانور ہے جو ہم لوگوں سے زیادہ قریب رہتا ہے اور دوسری وجہ ہے وَهُوَ اَبْلَدُ الْحَيَوَانَاتِ کہ سب جانوروں میں بے وقوف جانور ہے لہٰذا بے وقوف کو گدھا بھی کہتے ہیں جیسے مثال دی جاتی ہے کہ یہ بڑا گدھا ہے یعنی بے وقوف ہے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ اس کی شیطان سے دوستی ہے، اسی لئے حدیث میں آتا ہے کہ جب گدھے کی آواز سنو تو شیطان سے پناہ مانگو اور جہنمیوں کی آواز گدھے کی طرح ہوگی۔

خاصانِ خدا بدون ذکر اللہ زندہ نہیں رہ سکتے

اس لئے دوستو! جہاں بھی کہیں بیٹھو اللہ کا ذکر ضرور کرلیا کرو۔ بقول ہمارے ایک بزرگ شاعر کے ؎

جہاں جاتے ہیں ہم تیرا فسانہ چھیڑ دیتے ہیں
کوئی محفل ہو تیرا رنگِ محفل دیکھ لیتے ہیں

آہ! اس شعر کو میں نے جب ہم ہدایۃ النحو پڑھ رہے تھے اس وقت سنا تھا۔ مولانا ابوالوفاء صاحب جونپوری سے جو ہندوستان کے زبردست مقرر تھے، انہوں نے یہ شعر سنا مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم کی زبان سے اور اس وقت مولانا شاہ محمد احمد صاحب یہ واقعہ پیش کررہے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ کی منڈی سے شام جاکر غلہ خرید رہے تھے اور اونٹوں پر سامان لدوا رہے تھے اور شام کے بازاروں میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کررہے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر مضمون بیان کررہے تھے۔ کیا شان تھی کہ تجارت کو اپنی غفلت کا ذریعہ نہیں بنایا، مچھلی کب رہ سکتی ہے بغیر پانی کے، شہر میں مچھلی کو دیکھو کہ کسی شیشے کے شوکیس میں پانی میں ہوگی، کسی تاجر کے یہاں

مچھلیاں نظر آرہی ہیں تو یقین کرلینا، میں بقسم کہتا ہوں کہ اس کے اندر پانی کا کچھ تھوڑا ذخیرہ ضرور بضرور ہوگا کیونکہ مچھلیاں پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتیں لہٰذا مؤمن اور اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندے بھی بغیر ذکر اللہ کے زندہ نہیں رہ سکتے لہٰذا جہاں بھی رہو اپنا پانی یعنی ذِکر اللہ ساتھ رکھو ورنہ اگر پانی نہ رہے تو مچھلی مرجائے گی اور ذِکر اللہ چھوڑو گے تو دل بھی مردہ ہوجائے گا اور کثرتِ ذِکر انسان کی اللہ تعالیٰ سے محبت کی علامت ہے۔

ہر قسم کی پریشانی اور تکلیف سے نجات کی دعا

اب دوسرا مسئلہ یہ بتانا ہے کہ بعض لوگ کچھ تکلیف میں رہتے ہیں، بیماری کی تکلیف ہو یا کوئی اور غم ہو یا کسی قسم کی ذہنی پریشانی ہو تو دعا اور تدبیر کرے، سب سے پہلا نمبر دعا کا ہے، دو رکعات صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر بار بار اللہ سے دعا کریں اگر وہ دعا یاد ہے جو ترمذی شریف میں اور شامی کی جلد نمبر ۲ میں ہے، جو دعاء مسنونہ ہے:

((لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اَسْأَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَآئِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَّا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ))

(ترمذی: ج ۱، ص ۱۰۸) (شامی: ج ۲، ص ۴۷۳)

یہ دعا آخر تک پڑھ کر دعا مانگ لے اور جو مناسب تدبیر ہو وہ بھی کرلے۔

غم و پریشانی کے دور ہونے کا انتظار کرنا افضل العبادات ہے

لیکن پھر اللہ کی رحمت کا منتظر رہے، حدیث مشکوٰۃ کی ہے کہ:

((اَفْضَلُ الْعِبَادَةِ انْتِظَارُ الْفَرَجِ))

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب فی انتظار الفرج وغیر ذالک)

سب سے بہترین عبادت اللہ کی رحمت کا انتظار کرنا ہے کہ اب رحمت آئی اوراب میرا غم دور ہوا، اب رحمت آئی اور میری بیماری دور ہوئی ،غرض امید لگائے بیٹھے ہیں کہ اب رحمت آئی اور مانگتے جارہے ہیں، ناامید نہ ہو، اَفْضَلُ الْعِبَادَاتِ انْتِظَارُ الْفَرَجِ کشادگی کا،غم وپریشانی کے دور ہونے کا انتظار کرنا یہ افضل العبادات ہے۔اب اس کی وجہ کیا ہے؟ ملّاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی وجہ لکھتے ہیں کہ لِاَنَّ الصَّبْرَ فِي الْبَلَآءِ اِنْقَادٌ لِّلْقَضَآءِ بلا میں صبر سے رہنا، اللہ کی رحمت کا منتظر رہنا، اللہ سے شکایت نہ کرنا یہ کیا ہے، اِنْقَادٌ لِّلْقَضَآءِ یہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ اور قضا کا احترام کرنا ہے کہ مالک جس حال میں چاہے رکھے ہمارا کام مانگنا اور گڑگڑانا اور دعا کرنا ہے، یہ نہیں کہ اللہ میاں نے ہم ہی کو کیوں تاک رکھا ہے، اللہ میاں نے ہم ہی کو کیوں نشانہ بنا رکھا ہے، یہ کیوں جس نے لگایا وہ برباد ہوا، شیطان نے کیوں لگایا تھا کہ ہم کو آپ نے آگ سے پیدا کیا اور حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا، پھر آپ نے ہمیں سجدہ کرنے کا حکم کیوں دیا؟ یہ کیوں اور چوں چرا یہ بندوں کا کام نہیں ہے۔

بندگی کی حقیقت

بارہا سنا چکا ہوں کہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک غلام خریدا، پوچھا اے غلام! تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا کہ حضور غلاموں کا کوئی نام نہیں ہوتا جس نام سے مالک پکارلے وہی اس کا نام ہوتا ہے۔سبحان اللہ! کیا مبارک غلام تھا، صاحبِ نسبت ولی اللہ غلام تھا۔ پھر خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا اے غلام! کیا پہنے گا؟ اس نے کہا کہ حضور! غلاموں کا کوئی لباس نہیں ہوتا، مالک جو پہنا دے وہی اس کا لباس ہوتا ہے۔اللہ! اللہ! خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ مست ہوگئے پھر تیسرا سوال کیا اے غلام! کیا کھائے گا؟ کیا

کھانے کا ذوق ہے؟ اس نے کہا کہ حضور غلاموں کا کوئی کھانا نہیں ہوتا مالک جو کھلا دے وہی اس کا کھانا ہوتا ہے۔ بس خواجہ حسن بصریؒ نے ایک آہ بھری اور بے ہوش ہو گئے، جب افاقہ ہوا، ہوش میں آئے تو فرمایا اے غلام! میں نے تجھ کو آزاد کر دیا۔ پوچھا کس خوشی میں؟ فرمایا کہ تو نے مجھ پر اللہ کی غلامی، اللہ تعالیٰ کی بندگی کے راز منکشف کر دیئے، ہم نہیں جانتے تھے کہ بندہ کو دنیا میں کس طرح رہنا چاہیے، ہم لوگ تو تجویز کرتے ہیں کہ ہمیں ایسے رہنا ہے، گویا بندہ ہو کر خدائی دعویٰ کی کوشش کرتا ہے۔ میں تدبیر کرنے اور دعا مانگنے کا مخالف نہیں ہوں لیکن اپنے لئے تجویز مت کرو کہ ہمیں تو بس یوں ہی رہنا ہے، دعا کر کے تدبیر کرو مگر راضی اللہ کی مرضی پر رہو، بادشاہت کا بھی مانگنا جائز ہے مگر راضی رہو فقیری پر، مانگو تو بریانی اور مرغ اور مچھلی کباب لیکن راضی رہو چٹنی روٹی پر بھی، اگر اللہ تعالیٰ کھلائے تو چٹنی روٹی میں بھی عاشقوں کو مزا آجاتا ہے۔

ایک مرتبہ میرے شیخ مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ارہر کی دال کھائی اور ہری مرچ اور دھنیا کی چٹنی کھائی، ہر لقمہ میں ذرا سی چٹنی لگا کر کھاتے تھے اور مجھ سے فرمایا اخترؔ! مجھے تو اس دال میں بریانی کا مزا آرہا ہے۔ جس دال میں گھی بھی نہیں ہے، نہ گوشت ہے، نہ قیمہ ہے، نہ کباب ہے۔ اللہ والوں سے پوچھو کہ وہ تصور کرتے ہیں کہ یہ کھانا میرے اللہ نے بھیجا ہے۔ اگر دنیا کے تمام معشوق مجنوں کو بریانی بھیجتے لیکن لیلیٰ ایک سوکھی روٹی کا ٹکڑا بھیج دیتی تو وہ سوکھی روٹی کا انتخاب کرتا۔

لذتِ حسنِ ازل

تو اللہ کا ذِکر اتنا کرو، اتنا کرو، اتنا کرو کہ تعلق مع اللہ کا نور تمہارے دل میں آجائے، اسی دن تمہارا قلب کہے گا۔

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑ گئی لو شمع محفل کی
پتنگوں کے عوض اڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

جس دن اللہ کا نورِ خاص اولیاء وصدیقین کی سطح کا داخل ہوتا ہے اسی دن ساری کائنات، سورج، چاند، ستارے سب کے سب آپ کے سامنے پھیکے پڑ جائیں گے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

گر بہ بینی کرّ وفر قرب را
جیفہ بینی بعد ازیں این شرب را

اے دنیا والو! جب تم اللہ کے قرب کی شان وشوکت کو دیکھ لو اور اس کی تجلیات کی لذت کا مشاہدہ کر لو تو ساری کائنات کی نعمتیں اور لذتیں تمہیں مردار نظر آئیں گی، ساری دنیا تمہیں مردار نظر آئے گی اور فرماتے ہیں ؎

گر بہ بینی یک نفس حسنِ و دود
اندر آتش افگنی جانِ ودود

اگر اللہ کا حسن ایک سانس بھی کہیں دیکھ لو تو ساری دنیا نگاہوں سے گر جائے گی۔ اس دنیا میں تو ان کا حسن دل کی آنکھوں سے دیکھو گے لیکن قیامت کے بعد جنت میں، ان آنکھوں سے بھی ان شاء اللہ نظر آئیں گے۔ میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ دنیا میں ایمان وتقویٰ اور اعمال سے آنکھیں بنائی جا رہی ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ دنیا میں اپنی تجلی نہیں دِکھاتے کیونکہ ابھی تو آنکھیں بنائی جا رہی ہیں، آنکھوں کے ہسپتال میں جا کر دیکھ لو کہ جب آنکھیں بنتی ہیں تو اس زمانہ میں آنکھوں پر پٹی بندھی رہتی ہے، تو جب جنت میں جاؤ گے تب وہ پٹی کھل جائے گی، اس دنیا میں اعمالِ صالحہ سے اور تقویٰ سے آنکھیں بن رہی ہیں، خدا کے دیدار کے قابل بنائی جا رہی ہیں تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تم ایک نفس، ایک سانس بھی اللہ کے حسن کو دیکھ لو

تو اپنی پیاری جان کو تم آگ میں ڈال دو یعنی مجاہدہ کے ہر غم کو برداشت کرلو گے لیکن فرماتے ہیں ؎

بر کفِ من نِہ شرابِ آتشیں
بعد ازیں کرّو فرِ مستانہ بیں

اے خدا! پہلے میرے ہاتھ پر اپنی محبت کی تیز والی شراب رکھ دیجئے یعنی تیز قسم کی محبت عطا کیجئے اس کے بعد پھر ہماری مستانہ کروفر اور شان وشوکت دیکھئے، لیکن پہلے کچھ پلایئے، کچھ عطا فرمایئے۔

نشۂ دردِ محبتِ الٰہی چھپ نہیں سکتا

لیکن اللہ کی محبت کی یہ شراب کہاں سے ملتی ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ سے مانگا تھا کہ آپ جو تنہائیوں میں چھپ چھپ کر پی رہے ہیں اس میں سے ہمیں بھی کچھ پلا دیں ؎

شمۂ از گلستان باما بگو

اے شمس الدین تبریزی! آپ کی جانِ پاک کو اللہ تعالیٰ کے قرب کا جو باغ نصیب ہے اس میں سے ہمارے کان میں بھی کچھ تھوڑا سا راز بتا دیں۔ تو شمس الدین تبریزی نے کیا فرمایا؟ آہ! تواضع کی کہ میرے پاس کیا ہے؟ تو مولانا رومی نے فرمایا کہ آپ کے یہ کہنے سے کہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے، ہم نہیں مان سکتے، اس لئے کہ ایک آدمی رات کو پی کر آئے تو اگرچہ کچھ الا ئچی اور لونگ چبالے تو اس سے اس کے منہ کی بو تو چلی جائے گی لیکن ؎

بوئے مے را گر کسے مکنوں کند
چشمِ مستِ خویشتن را چوں کند

اگر خوشبودار الا ئچی وغیرہ کھا کر کوئی شخص شراب کی بدبو کو چھپا بھی دے لیکن اپنی

مست آنکھوں کو کہاں لے جائے گا۔تو مولانا رومی فرماتے ہیں کہ دیکھو رات کو بارش ہوتی ہے اور سب سوتے رہتے ہیں لیکن صبح دیکھتے ہیں کہ پتے دھلے ہوئے ہیں، بارش سے دھلے دھلے نظر آتے ہیں، کسی پتے پر گردوغبار نہیں ہوتا تو ہر شخص کو یقین ہوتا ہے کہ رات کو بارش ہوئی تھی۔اسی طرح اللہ والوں کی آنکھیں اور ان کی زبان کی چاشنی بتاتی ہے کہ ضرور راتوں کو ان کو کچھ عطا ہوا ہے۔تو مولانا رومی نے اپنے شیخ مولانا شمس الدین تبریزی سے کہا کہ ہم نہیں مان سکتے کہ آپ کے پاس کچھ نہیں ہے، آپ کو ہمیں کچھ نہ کچھ دینا ہی پڑے گا۔

خونداریم اے جمال مہتری
کہ لبِ ما خشک و تو تنہا خوری

میں اس بات کا عادی نہیں ہوں کہ میرے ہونٹ خشک رہیں اور آپ اکیلے اکیلے پیتے جائیں۔یہ آپ کو مولانا رومی اور شمس الدین تبریزی رحمہا اللہ کی گفتگو سنادی۔

تو وہ آگ جو شمس الدین تبریزی کے سینہ میں تھی وہ محبت اور مناسبت کی وجہ سے ساری کی ساری مولانا رومی میں منتقل ہوگئی، اور مولانا رومی نے اللہ کی محبت میں مثنوی کے ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار کہے۔مولانا رومی شاہ خوارزم کا نواسہ، شاہی خاندان کا فرد تھا، یہ مولانا رومی غریب ملّا نہیں تھا، یہ کھال مانگنے والا نہیں تھا، شاہ خوارزم کا سگا نواسہ تھا اور بخاری شریف کا محدث تھا اور بڑے بڑے علماء اس کی جوتیاں اٹھانے والے تھے لیکن شیخ شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت سیکھنے کے لئے جب بیعت کی ہے تو شیخ شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کا بستر اور وزنی چکی اور پیالہ سر پر رکھ کر ان کے پیچھے پیچھے پھرتے تھے اور اس وقت یہ شعر کہتے تھے۔

ایں چنیں شیخِ گدائے کو بہ کو
عشق آمد لا اُبالی فاتّقوا

اللہ نے مجھے اتنا بڑا شیخ بنایا ہے مگر آج میں اللہ کی محبت میں در بدر پھر رہا ہوں لیکن اس کی برکت ہے کہ پہلے جس کا نام ملا جلال الدین تھا آج مولائے روم کے نام سے اس کا ڈنکا پٹ رہا ہے۔ ایک اللہ والے سے اللہ کی محبت سیکھ لی اور نفس کو مٹا دیا تو آج یہ مقام ملا کہ فرماتے ہیں ؎

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد

مولوی اس وقت تک مولائے روم نہیں بنا جب تک شیخ شمس الدین تبریزی کی خدمت میں رہ کر، ایک اللہ والے کی صحبت میں رہ کر اپنے نفس کو نہیں مٹایا۔

گناہ چھوڑنے سے پاکیزہ حیات نصیب ہوگی

تو میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا نام لینے سے، گناہوں سے بچنے سے، تقویٰ کی حیات سے آپ کو جنت کی حیات دنیا ہی میں عطا ہو جائے گی:

﴿فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً﴾

(سورۃ النحل، آیت:۹۷)

ایمان و تقویٰ کی حیات پر قرآن کا وعدہ ہے کہ ہم ضرور بالضرور بالطف زندگی عطا کریں گے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ دیکھ لو۔ تقویٰ میں بظاہر تو شیطان کہے گا کہ ارے سینما چھوٹ جائے گا، وی سی آر چھوٹ جائے گا، ٹیڈیوں کا دیکھنا چھوٹ جائے گا، رشوت کی آمدنی چھوٹ جائے گی، دنیا کی ساری بہاریں چھوٹ جائیں گی تو کیا ملے گا؟ ایک نہ دکھائی دینے والی ذات کے عشق میں ہمیں یہ کیسی دعوت دی جا رہی ہے، یہ گناہ تو نظر آتے ہیں مگر اللہ نظر نہیں آتا مگر مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

عشقِ من پیدا و دلبر نا پدید
دَر دو عالم ایں چنیں دلبر کہ دید

میرا عشق تو ظاہر ہے مگر میرا محبوب پوشیدہ ہے، میں جس کے لئے وضو کرتا ہوں وہ پوشیدہ ہے، جاڑے کے مہینے میں ٹھنڈے پانی سے وضو کررہے ہیں، سجدے کررہے ہیں، روزے رکھ رہے ہیں، گھر میں کھانا موجود ہے لیکن کچھ کھا پی نہیں رہے۔ تو فرماتے ہیں کہ ہمارے عشق کے آثار روزہ، حج، زکوٰۃ، وضو اور سارے احکام سے ظاہر ہیں لیکن ہمارا محبوب پوشیدہ ہے، دونوں جہاں میں ایسا محبوب تو دکھاؤ جو نظر نہ آئے لیکن اس پر جانیں دی جارہی ہیں۔ اُحد کے دامن میں ستر ستر شہید ہو رہے ہیں، انبیاء کرام کے سر کٹ رہے ہیں۔ تو ایسا کوئی محبوب لاؤ جس کو بغیر دیکھے لوگوں نے اس طرح جانیں دی ہوں۔

تو اللہ کی کیا کریم شان ہے، اپنے عاشقوں کو کیا سکون اور چین عطا کرتے ہیں۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! اگر اللہ کے عاشقوں کے سکون کا بادشاہوں کو پتہ چل جائے تو وہ تلواریں لے کر ان پر چڑھائی کردیں کہ یہ سکون واطمینان ہمیں دے دو لیکن یہ سکون تلواروں سے نہیں ملتا، یہ تو ان کی جوتیاں اٹھانے سے ملتا ہے۔

حدیثِ قدسی کی تعریف

ایک مثال پیش کرتا ہوں جو اسی ہفتہ اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی وہ یہ ہے کہ جو لوگ اپنی نگاہوں کی حفاظت نہیں کرتے اور لذتِ عارضی سے دائمی پریشانی، صحت کی خرابی، ایمان کی تباہی اور قلب کی بے چینی خریدتے ہیں، ان کے لئے یہ مثال عرض کرتا ہوں۔ حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور حدیث قدسی کی تعریف ہے اَلَّذِیْ یُبَیِّنُہُ النَّبِیُّ بِلَفْظِہٖ وَ یُنْسِبُہٗ اِلٰی رَبِّہٖ اُس حدیث کو حدیثِ قدسی کہتے ہیں جس کو الفاظِ نبوت تعبیر کرتے ہیں لیکن نسبت خدا تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو اپنی بصارت کو

بچالے گا، بری جگہ دیکھنے سے آنکھوں کو بچائے گا، ہم اس کے قلب میں اپنی محبت کی مٹھاس داخل کردیں گے، دردِ محبت عطا کردیں گے۔ یہ حلاوتِ ایمانی کا ترجمہ ہے اور جس کو حلاوتِ ایمانی نصیب ہوگی اس کا خاتمہ بھی ایمان پر ہوگا۔

زمین کے چاندوں کو دیکھنے سے شہوت کے سمندر میں طغیانی

یہ بھی ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ثابت کیا ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ ایک دفعہ ایمان کی مٹھاس دیتے ہیں پھر واپس نہیں لیتے لیکن سمجھانے کے لئے ایک نئی مثال عرض کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات سمجھائی ہے کہ جب چاند کی چودہ تاریخ آتی ہے تو چاند پورا روشن ہوتا ہے، اس کو بدر کامل کہتے ہیں تو اس دن چاند کی کشش سے سمندر میں جوار بھاٹا آجاتا ہے، سمندر کی لہریں اونچی ہوجاتی ہیں، بے انتہا طغیانی وتلاطم ہوتا ہے، جس کو یقین نہ آئے جاکے دیکھ لو، سمندر آپ کے شہر کراچی سے قریب ہے اور جیسے جیسے چاند گھٹتا ہے سمندر کی لہریں بھی گھٹتی رہتی ہیں اور ان میں سکون پیدا ہوتا ہے اور جس دن چاند بالکل غائب ہوجاتا ہے اس دن سمندر کے پانی میں وہ طغیانی وتلاطم نہیں رہتا۔ یہ تو سائنس دان بھی بتاتے ہیں کہ چاند کی کشش سے سمندر کی لہریں کھنچتی ہیں۔

لہٰذا زمین کے جو چاند ہیں ان کو دیکھنے سے اللہ تعالیٰ نے اسی لیے منع کردیا کہ تمہارے اندر جو شہوت کا سمندر ہے، خواہشات کا سمندر بہہ رہا ہے، اس میں تلاطم آجائے گا، طغیانی آجائے گی، جوار بھاٹا آجائے گا، مدوجزر ہوگا اور تم بے چین ہوجاؤ گے، لہٰذا خبردار! ان چاندوں کو مت دیکھنا، جیسے سمندر میں طغیانی مچی ہے، تمہارے اندر بھی طوفان پیدا ہوگا، پریشانیاں ہوں گی، جیسے دریاؤں میں اس زمانہ میں طوفان ہوتا ہے، کشتیاں چلانے والے اس دن تمام

کشتیاں روک دیتے ہیں، لنگرانداز کردیتے ہیں۔ تو اگر زمین کے چاند دیکھنے سے تمہاری شہوت کے سمندر میں جوار بھاٹا آگیا تو تقویٰ کی کشتیاں الٹ جائیں گی۔

سکینہ کی تعریف

اسی لئے اللہ والوں کو اللہ سکون عطا کرتا ہے تاکہ تقویٰ کی کشتی سکون کے ساتھ چلے اور اللہ تک پہنچ جائیں اور رنگین موجوں سے دھوکہ میں نہ آئیں۔ اسی لئے امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے مفرداتُ القرآن میں سکینہ کی تعریف کی ہے کہ سکینہ نام ہے اِذَا سَکَنَ عَنِ الْمَیْلِ اِلَی الشَّھَوَاتِ یعنی دریائے شہوت ساکن ہوجائے، تلاطم نہ رہے۔ مگر وہ سکون ذِکر اللہ سے اور اللہ والوں کی صحبت سے نصیب ہوتا ہے بشرطیکہ کسی حسین پر نظر نہ ڈالو، اس کے قریب بھی نہ رہو، اس کے یہاں آنا جانا بھی نہ رکھو، اس کی باتیں بھی نہ سنو ورنہ پھر سمجھ لو کہ سمندر تو چاند کو خالی آنکھوں سے دیکھتا ہے مگر انسان کے اندر پانچ راستے ہیں، حواسِ خمسہ سب کے سب قلب کے دریا میں پہنچتے ہیں۔ اس لئے اللہ نے ان حسینوں کو دیکھنے سے منع کیا ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

اب اگر کوئی کہے کہ اللہ نے سمندر کو کیوں نہیں منع کر دیا کہ چاند کو نہ دیکھو اور ہمیں کیوں منع کر دیا۔ اب اس کی وجہ بھی سنو جو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالی ہے کہ سمندر کو خدا نے اپنے لئے نہیں پیدا کیا ان کو غیروں کے لئے پیدا کیا ہے، وہ اغیار کے لئے ہے، مخلوق کی خدمت کے لئے ہے تاکہ بادل اور بھاپ بنائیں اور پانی برسائیں اور اس میں کشتیاں اور بحری جہاز چلیں لیکن اللہ

نے اپنے بندوں کو، اپنے دوستوں کو اپنے لئے بنایا ہے اس لئے ان کو اجازت نہیں ہے کہ اپنی آنکھوں کو سپردِ اغیار کردیں۔ اس لیے ان کی نگاہوں پر فرض ہوگیا کہ خبردار! ان چاندوں کی طرف مت دیکھنا ورنہ تمہارا چین چھن جائے گا، پھر خواہشات کے سمندر میں طغیانی اور تلاطم سے لہریں اٹھیں گی تو کیا ہوگا؟ بے سکون ہوجاؤ گے، پریشانی رہے گی۔

بدنظری چھوڑنے سے غیر محدود راحت نصیب ہوگی

چند دن آنکھیں بچا کر دیکھ لو، میں زیادہ دن کے لئے نہیں کہتا ہوں زیادہ نہیں صرف ایک ہفتہ تک کسی نامحرم کو، کسی حسین کو مت دیکھو، صرف اس جمعہ سے اگلے جمعہ تک۔ میں آپ سے ایک معاہدہ کرتا ہوں کہ اس جمعہ سے اگلے جمعہ تک کسی کو مت دیکھو، نہ امرد حسین کو، نہ کسی لڑکی کو، اپنی نگاہ بچا کر رکھو اگر اچانک نظر پڑ جائے اور نفس کچھ حرام لذت چرالے کیونکہ نفس عجیب قسم کا چور ہے، ایک سیکنڈ میں لذتِ حرام چرالیتا ہے تو فوراً اللہ سے استغفار کرلو کہ اے اللہ یہ جو خوشی میرے دل میں حرام راستہ سے، آپ کی ناخوشی کے راستہ سے آئی ہے ہم اس سے توبہ کرتے ہیں۔

خوشی کو آگ لگادی خوشی خوشی ہم نے

استبشار کے بجائے استغفار کرلو تاکہ یَسْتَبْشِرُوْنَ کے بجائے یَسْتَغْفِرُوْنَ ہوجاؤ لہٰذا آپ ایک ہفتہ کے اندر اپنے قلب کا سکون نوٹ کرتے رہیں اور ایک ہفتہ کے بعد مجھے بتائیں کہ آپ کا سارا ہفتہ کیسا گذرا، نظر بچانے میں تھوڑی سی بے چینی ہوگی، تھوڑا سا غم ہوگا، پرانی عادت چھوٹنے سے تکلیف تو ہوگی لیکن اس سے کہیں زیادہ آرام ملے گا، غیر محدود راحت ملے گی، تھوڑا سا محدود غم اٹھانا

پڑے گا لیکن جن کے لئے یہ غم اٹھا رہے ہو، وہ غیر محدود ذات ہے، اس کی عطا بھی غیر محدود ہوتی ہے، ان شاء اللہ غیر محدود راحت پاؤ گے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

پہنچنے میں ہوگی جو بے حد مشقت
تو راحت بھی کیا انتہائی نہ ہوگی

اللہ والا بننے میں تھوڑی سی مشقت ہے مگر چند دن کے بعد ہنسنا ہی ہنسنا ہے بلکہ ساری زندگی ہنسو گے ان شاء اللہ۔ اور ایک دل جو اپنے نفس کو مارتا ہے، ایک مؤمن جو اپنے نفس کو مار کر ولی اللہ بنتا ہے، وہ لاکھوں کو زندہ کرتا ہے ؎

نفسِ خود را کش جہانے زندہ کن

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اپنے نفس کو مارو، نفس کی بُری بُری خواہشات ختم کردو پھر تمہاری ذات سے ایک جہانِ زندہ ہوگا، جب تمہارا نفس کشتہ ہوگا تو اس میں اتنی روحانی طاقت آئے گی کہ تمہاری برکت سے ہزاروں نہیں لاکھوں دل زندہ ہوں گے۔

تاثیرِ صحبتِ اہل اللہ کی ایک وجہ

مجھے اپنا ایک اُردو شعر یاد آیا جو ماہِ رمضان میں کہا تھا، غالباً ۱۹۷۰ء کا شعر ہے کہ اللہ والوں سے فائدہ کیوں ہوتا ہے؟ کیونکہ ان کا دل اندر اندر اللہ کی یاد میں روتا رہتا ہے، وہ کسی وقت اللہ سے غافل نہیں ہوتے، چاہے ہنستے ہی ہوں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

لبوں پہ ہے گو ہنسی بھی ہر دم اور آنکھ بھی میری تر نہیں ہے
مگر جو دل رو رہا ہے پیہم کسی کو اس کی خبر نہیں ہے

اور میرا اردو شعر ہے۔

وہ دل جو تیری خاطر فریاد کر رہا ہے

وہ دل جو خدا کی یاد میں مناجات میں مشغول ہے، اللہ سے باتیں کر رہا ہے، بقول مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے۔

اولیاء را در درو نہا نغمہاست

اولیاء اللہ کے سینوں میں بڑے بڑے نغمے، بڑی بڑی آہیں، بڑے بڑے نالے اور بڑے بڑے دردناک نغمات پوشیدہ ہیں۔

طالباں را زاں حیاتِ بے بہاست

جو طالبین ان کے پاس بیٹھتے ہیں ان کے باطنی دردو نغموں سے ان کو حیاتِ بے بہا عطا ہوتی ہے کیونکہ ان کے باطن میں ایک دو آہ نہیں ہوتیں، ایک دو نغمۂ محبت، محبت کی ایک دو آہیں اور ایک دو درد و نالے نہیں ہوتے بلکہ بے شمار نغماتِ محبت، بے شمار آہیں، بے شمار درد و نالے ہوتے ہیں اور خدا کے جو عاشقین اور طالبین ان سے فیض لینے جاتے ہیں ان کے باطنی نغمہ ہائے دردِ محبت سے ان طالبین کو بھی حیاتِ بے بہا عطا ہوتی ہے۔اس فارسی شعر کا ترجمہ میں نے اپنے اردو شعر میں پیش کر دیا۔

وہ دل جو تیری خاطر فریاد کر رہا ہے

اُجڑے ہوئے دلوں کو آباد کر رہا ہے

شیخ سے جتنا زیادہ قرب ہوگا اتنا ہی فیض ہوگا

اُجڑے ہوئے دل چند دن اللہ والوں کی صحبت کی قلم کھانے سے تنگڑے ہوجاتے ہیں۔جیسے دیسی آم جب لنگڑے آم سے قلم کھاتا ہے تو قلمی آم بن جاتا

ہے لیکن اس کی پیوند اتنی کس کر لگاتے ہیں کہ ذرا بھی فاصلہ نہیں ہوتا۔ تو طالب کا دل اپنے شیخ کے دل سے جتنا قریب تر ہوگا اتنا ہی زیادہ اس کو فیض عطا ہوگا۔

مجھے ٹنڈو جام کے ایگریکلچر ڈپارٹمنٹ کے سائنسدانوں نے بتایا کہ ہم جب قلم لگاتے ہیں تو دیسی آم کی شاخ کو لنگڑے آم کی شاخ سے اس قدر کس کر باندھتے ہیں کہ بال کے برابر فاصلہ نہیں ہوتا، اگر فاصلہ ہو تو لنگڑے آم کا فیض اور اس کی لذت دیسی آم میں نہیں آئے گی اور ایک کام اور کرتے ہیں کہ دیسی آم کی رائے کو فنا کر دیتے ہیں یعنی اس کی شاخوں کو کاٹ دیتے ہیں تاکہ یہ کہیں آگے نہ بڑھ جائیں۔ میں نے کہا دیکھو بھئی! یہی نسخہ ہے متقی بننے کا۔

جب تک فنائے رائے کی ہمت نہ پایئے
کیوں آپ اہلِ عشق کی محفل میں جایئے

اپنی رائے کو مٹا دو، اپنے ارادوں کو فنا کر دو اور کسی اللہ والے کے دل سے اپنے دل کو قلم لگا دو پھر جتنا قرب ہوگا اتنا ہی فیض ملے گا۔ میرے شیخ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے جب مجھ سے یہ مثال سنی کہ دیسی آم لنگڑے آم کی پیوند سے لنگڑا آم بن جاتا ہے تو فرمایا کہ اسی طرح بگڑا دل جب اللہ والوں کے دل سے پیوند کھاتا ہے تو تنگڑا دل ہو جاتا ہے، نہ صرف یہ کہ خود تندرست ہوتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے دوسرے بیمار دلوں کو بھی اچھا کر دیتے ہیں۔

مجھے سہل ہو گئیں منزلیں کہ ہوا کے رُخ بھی بدل گئے
تیرا ہاتھ ہاتھ میں آگیا تو چراغ راہ کے جل گئے

جب کسی اللہ والے کا ہاتھ ہاتھ میں آ لگتا ہے تو اللہ کا راستہ نہ صرف آسان ہو جاتا ہے بلکہ لذیذ تر ہو جاتا ہے۔

جو شیخ کی ڈانٹ ڈپٹ برداشت نہ کرے وہ عاشق نہیں

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت پریشان رہا کرتے تھے، وسوسہ کے مریض تھے لیکن جب حضرت حکیم الامت سے تعلق ہوا سب امراض غائب ہو گئے تب فرمایا ؎

جب کسی سے لو لگا لی جائے گی

تب یہ آشفتہ خیالی جائے گی

اور حضرت حکیم الامت ان کو ڈانٹتے بہت تھے، بعض مرید جو کچے ہوتے ہیں وہ ڈانٹ سے گھبراتے ہیں، کہتے ہیں کہ بھئی اکرام کا معاملہ ہو، چائے پلائیں، بوتل پلائیں، انڈا کھلائیں اور وظیفہ بتادیں تب تو میرے پیر بہت میٹھے ہیں لیکن اگر ڈانٹیں گے تو یہ کڑوی دوا ہمیں نہ پلانا مگر یہ عاشقوں کی علامت نہیں ہے، یہ کچا سونا ہے جو آگ میں کالا ہوتا ہے، پکا سونا تو آگ میں اور چمک جاتا ہے چنانچہ خواجہ صاحب کو جب ڈانٹ پڑی تو حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں ؎

لاکھ جھڑکو اب کہاں پھرتا ہے دل

ہوگئی اب تو محبت ہوگئی

اور مخلوق کی دشمنی پر فرماتے ہیں ؎

بڑھ گیا ان سے تعلق اور بھی

دشمنیٔ خلق رحمت ہوگئی

شہوت اور غصہ ام الامراض ہیں

انسان دو مرض کا علاج کرلے تو ولی اللہ ہوجائے، زیادہ روحانی امراض نہیں ہیں، لوگ سمجھتے ہیں کہ روحانی امراض جمع کا صیغہ ہے تو ایک لاکھ بیماری ہوگی، صرف دو امراض ہیں ایک شہوت اور دوسرا غصہ، باقی سب اس کی شاخیں ہیں، اس کے بچے ہیں۔

شہوت کا علاج

شہوت پر تو آپ نے سن لیا کہ زمین کے چاندوں کو نہ دیکھنا ورنہ سمندر کی طرح سے طغیانی پیدا ہوجائے گی اور تقویٰ کی کشتیاں اُلٹ جائیں گی اور ایک بات مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی کہ اگر تم کو چاند ہی سے محبت ہے تو اوپر اصلی چاند کو دیکھو یعنی اللہ تعالیٰ کو دیکھو جو حسن آفرین ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں حسن اوروں کے لئے ہے اور حسن آفرین میرے لئے ہے یعنی جو حسن کا خالق ہے، وہ مجھ کو مل جائے۔ تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب بات فرمائی کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے کہیں کہیں اپنے حسن کا عکس ڈال رکھا ہے لیکن عکس کو دیکھنے سے نہ اصل ملے گا، نہ عکس ملے گا اور اس کی مثال کیا دی کہ ایک شخص نے چودہویں رات کے چاند کا عکس دریا میں دیکھا کہ بہت ہی عمدہ چاند نظر آرہا ہے، تو اس نے سوچا کہ بھئی اُس چاند تک پہنچنا تو بہت مشکل ہے لیکن یہ چاند تو میرے قبضہ میں ہے، لہٰذا جلدی سے دریا میں کود پڑا اور جلدی جلدی چاند کو زمین تک ٹٹولنے لگا تو دریا کی مٹی جو اوپر ابھری تو چاند کا جو عکس تھا وہ بھی غائب ہوگیا۔ چونکہ اصلی چاند سے اس کا رُخ پھر گیا تھا اس لئے اس چاند سے بھی محروم ہوگیا، نہ وہ ملا نہ یہ ملا۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عکس کو تلاش مت کرو، عکس کو تلاش کرو گے تو نہ اصل ملے گا نہ عکس ملے گا، جب ان میں گھسو گے تو گدلے پانی کے سوا اور کچھ نہیں پاؤ گے، لہٰذا اصل کی طرف رجوع ہوجاؤ، جب اصل مل جائے گا تو یہ عکس تمہارے غلام بن کر تمہارے ساتھ ساتھ دوڑیں گے۔ بولو بھئی جب اصل چاند ہمارے قبضہ میں ہو تو جہاں ہم رہیں گے وہاں لاکھوں عکس ہمارے غلام بن کر رہیں گے۔ اسی کو جگر مرادآبادی کہتا ہے؎

میرا کمالِ عشق بس اتنا ہے اے جگؔر
وہ مجھ پہ چھاگئے میں زمانے پہ چھاگیا

غصہ کا علاج

اب غصہ کا علاج سنو! غصہ کے بارے میں ایک بات تو یہ سمجھ لیجئے کہ جب غصہ چڑھتا ہے تو آدمی کی عقل غائب ہوجاتی ہے، اتنی دیر کے لئے وہ پاگل ہوجاتا ہے، چاہے قتل کردے، چاہے چھرا گھونپ دے، چاہے کسی کو بے موقع ماردے، چاہے اس کا انجام پھانسی ہو اسے کچھ ہوش نہیں ہوتا، غصہ کی حالت میں انسان پاگل ہوجاتا ہے۔ اب ایک مثال سے اس بات کو سمجھو، اگر کوئی آدمی تم کو دوا کھلائے تو آپ سب سے پہلے پوچھیں گے کہ اس دوا کا فائدہ کیا ہے؟ اور وہ کہے فائدہ یہ ہے کہ آپ پاگل ہوجائیں گے۔ تو کیا آپ اس دوا کو کھائیں گے؟ کیوں صاحب! یہاں کوئی آدمی ایسا ہے؟ تو کیا وجہ ہے کہ جب غصہ والی دوا شیطان پیش کرتا ہے تو جلدی سے کھا لیتے ہو؟

غصہ کس کو کہتے ہیں؟

غصہ کے بارے میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غضب کی نسبت جب بندوں کی طرف کی جاتی ہے تو وہ ایک آگ ہے:

((إِنَّ الْغَضَبَ جَمْرَةٌ فِيْ قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ، اَلَمْ تَرَوْا إِلَى انْتِفَاخِ أَوْدَاجِهٖ وحُمْرَةِ عَيْنَيْهِ؟))

(شعب الایمان للبیہقی، کتاب حسن الخلق)

غصہ ایک آگ ہے جو آدم کی اولاد کے قلب میں روشن ہوجاتی ہے کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ غصہ میں گردن کی رگیں پھول جاتی ہیں اور اس کی آنکھوں کی سرخی نہیں دیکھتے ہو۔ تو فرماتے ہیں کہ غصہ کی نسبت جب بندے کی طرف کی جائے تو اس کے معنیٰ آگ اور انتقام ہوتا ہے، جس سے آنکھ لال ہوجاتی ہے اور گردن کی رگیں پھول جاتی ہیں اور دوسری روایات میں ہے کہ شیطان بھی اس پر مسلط ہوتا ہے اور عقل بھی اس وقت ٹھکانہ پر نہیں ہوتی، اس وقت عقل غائب ہوجاتی ہے۔ لہٰذا آپ دیکھتے ہیں کہ دنیا میں جتنے قتل ہو رہے ہیں، یا اور گناہ ہو رہے ہیں ان کی دو ہی وجوہ ہیں یا شہوت یا غضب۔ سب بیماریوں کی جڑ یہی دو گناہ ہیں لہٰذا غصہ کا علاج اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ﴾

(سورۃ اٰل عمران، آیت:۱۳۴)

جو غصہ کو پی جاتے ہیں۔

اللہ کے غضب سے کیا مراد ہے؟

مگر جب غصہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے کہ اللہ تعالیٰ اس عمل سے غصہ ہوتے ہیں تو یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی آنکھیں لال ہوجاتی

ہیں یا گردن کی رگیں پھول جاتی ہیں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غصہ میں اللہ تعالیٰ کی گردن کی رگیں نہیں پھولتی، یہ علامت تو بندوں کے لئے ہے۔ تو اللہ کے غضب سے کیا مراد ہے؟ فرماتے ہیں اِنَّ الْغَضَبَ اِذَا نُسِبَ اِلَی اللّٰہِ اِرَادَۃُ الْاِنْتِقَامِ مِنَ الْعُصَاۃِ وَاِنْزَالُ الْعُقُوْبَۃِ بِھِمْ جب غضب کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو کہ اللہ غضب ناک ہیں، غصہ میں ہیں تو نافرمانوں سے انتقام کے ارادہ کا نام غضب ہے، ان پر کوئی عذاب نازل کرنا یہ ہے اللہ کے غضب کا مفہوم۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ جو غصہ کو پی جاتے ہیں وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ اور لوگوں کی خطاؤں کو معاف کرتے ہیں وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ اور معاف کرنے کے بعد کینہ نہیں رکھتے، ان پر احسان بھی کرتے ہیں۔

مؤمن کامل کی علامت

یہ ہے اللہ والوں کی شان اب وہ صوفی، وہ مولوی، وہ سالک، وہ ڈاڑھی والا، وہ تسبیح پڑھنے والا جو اپنے کو دین دار کہتا ہے وہ اپنا فیصلہ کرلے کہ غصہ کی حالت میں مجھے قرآن کے ان احکامات پر عمل کی توفیق ہوتی ہے یا نہیں؟ اپنے کو کیا سمجھتے ہو کہ میں اتنا بڑا ہوں، جو شخص مغلوب الغضب ہوجاتا ہے، اپنے مسلمان بھائیوں سے لڑتا رہتا ہے، جس کو چاہے گالی دے دی، جس کو چاہے مار دیا، لیکن مسلمان کی علامت کیا ہے:

((اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ))

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون، ج:۱، ص:۶)

مسلمان کی علامت یہی ہے کہ جس کی زبان سے اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔ اس حدیث کی شرح ان شاء اللہ آئندہ ہفتہ بخاری شریف کی شرح سے سناؤں گا۔

یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی بہت عمدہ شرح لکھی ہے۔ انہوں نے نو سوالات قائم کیے ہیں اور اس کے نو جوابات دیئے ہیں اور مِنْ لِّسَانِہٖ کا تو ایسا عمدہ بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ جس کی زبان کی اذیتوں سے مسلمان محفوظ رہیں وہی مسلمان ہے، مسلمان وہ نہیں ہے کہ جس کی زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ نہ رہیں۔

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ......الخ کی شرح

علامہ بدرالدین عینی یہاں یہ سوال قائم کرتے ہیں کہ کسی کو زبان کے الفاظ سے تو تکلیف دی جاسکتی ہے لیکن کیا زبان سے کوئی کسی کو مار سکتا ہے؟ تو زبان سے تکلیف کیسے دی جاتی ہے؟ علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان کے الفاظ اور اقوال کو اس لئے نہیں استعمال فرمایا کیونکہ کبھی کبھی انسان زبان سے بغیر بولے بھی تکلیف دے دیتا ہے، کیسے؟ حَتّٰی یَدْخُلَ مَنْ اَخْرَجَ لِسَانَہٗ عَلٰی سَبِیْلِ الْاِسْتِھْزَآءِ زبان کو باہر نکال کر چڑا دیتے ہیں۔ اس لئے علامہ بدرالدین عینی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ اَیْ مِنْ اَلْفَاظِ لِسَانِہٖ اَوْ مِنْ اَقْوَالِ لِسَانِہٖ نہیں فرمایا اقوال اور الفاظ سے گریز کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نفسِ زبان کو استعمال فرمایا تاکہ اس میں اقوال اور الفاظ بھی داخل ہو جائیں لیکن کوئی چالاک آدمی اگر کچھ نہ بولے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے کہ زبان سے تکلیف نہ دو لہٰذا ہم الفاظ سے تو اس کو برا نہیں کہیں گے، نہ زبان سے کوئی قول نکالیں گے البتہ اس کو زبان نکال کر منہ چڑا دیا تو علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اب اس میں وہ لوگ بھی داخل ہو گئے مَنْ اَخْرَجَ لِسَانَہٗ عَلٰی سَبِیْلِ الْاِسْتِھْزَآءِ کہ

زبان نکال دی اور کچھ نہ بولے۔ بتائیے! ایسے شخص پر کتنا غصہ آتا ہے، ایک شخص کچھ نہ بولے لیکن زبان دکھا کر بھاگ جائے تو آپ تو اس کو ڈنڈا لے کر دوڑا دیں گے حالانکہ اس نے آپ کو کہا کچھ نہیں، صرف زبان دِکھا کر بھاگا ہے۔ دیکھا آپ نے، یہ ہیں محدثین کے علوم!

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ

میرے شیخ مولانا شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک شخص پر غصہ آیا، وہ بالکل جاہل کسان تھا، حضرت نے کسی بے اصولی پر اسے ڈانٹا، چونکہ وہ مرید نہیں تھا اور نہ شیخ کو مرید پر، استاد کو شاگرد پر اور باپ کو بیٹے پر ڈانٹنے کا حق ہے لیکن وہ نہ شاگرد تھا، نہ مرید تھا، جاہل کسان تھا، اس کی کسی بات پر حضرت کو غصہ آ گیا اور اس کو بہت ڈانٹا لیکن جب وہ اپنے گھر ایک میل دور موضع شدنی پور چلا گیا تو حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ زیادتی جو مجھ سے ہوئی ہے، قیامت کے دن میں مولانا شاہ عبدالغنی نہیں ہوں گا، ایک ادنیٰ بندہ کی حیثیت سے کھڑا ہوں گا اور اگرچہ یہ جاہل ہے لیکن اگر اس نے مجھ کو اللہ کے سامنے پیش کر دیا کہ مجھ کو بلا وجہ اتنا زیادہ ڈانٹا تھا جبکہ میں ان کا مرید بھی نہیں تھا، شاگرد بھی نہیں تھا تو حضرت گویا خوف سے کانپ اٹھے اور فوراً اس کے گھر گئے، عصر کے بعد گئے اور پریشانی میں راستہ بھول گئے۔ جب بہت پریشانی ہوتی ہے تو آدمی راستہ بھی بھول جاتا ہے، تو حضرت پر اللہ کا اتنا خوف طاری ہوا کہ گھبرا کر راستہ بھول گئے تو اس کے گاؤں میں مغرب کے وقت پہنچے، مغرب اس کے گاؤں میں جا کر پڑھی۔ مغرب کے بعد اسی کسان دیہاتی نے کہا کہ ارے مولانا! آپ کیسے آ گئے؟ حضرت نے فرمایا مولانا جو آئے ہیں تو وہ آپ کے پاس اپنی خطا کی معافی مانگنے آئے ہیں، ہم نے غصہ میں کچھ تمہیں

کہہ دیا تھا، تم ہمیں معاف کر دو۔ وہ کہنے لگا کہ آپ تو ہمارے باپ کے برابر ہیں، عالم ہیں، آپ کی کیا خطا اور کیا بات، کوئی بات نہیں، آپ فکر نہ کریں۔ فرمایا نہیں بہت فکر ہے، جب تک تم زبان سے نہیں کہو گے عبدالغنی یہاں سے نہیں جائے گا، تم زبان سے کہہ دو کہ میں نے معاف کر دیا۔ اس نے کہا اچھا مولانا! جب آپ کہتے ہیں تو میں نے معاف کر دیا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ ایک مخلوقِ خدا کی دل کی تکلیف کو ہم نے معافی مانگ کر دور کر دیا، اس پر اللہ کے نبی اپنے اس امتی کی تکلیف رفع ہونے سے اتنے خوش ہوئے کہ رات میں ہم نے خواب دیکھا کہ ایک کشتی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں اور دوسری کشتی پر عبدالغنی تنہا بیٹھا ہوا ہے اور دونوں کشتیوں میں فاصلہ ہے اور کشتیاں چل رہی ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے علی! عبدالغنی کی کشتی کو میری کشتی سے جوڑ دو۔ حضرت فرماتے ہیں کہ جب کشتی جوڑی گئی تو کشتی ملانے سے جو کھٹ کی آواز آئی آج تک میرے کانوں میں وہ آواز گونج رہی ہے، اس کا جو لطف ہے وہ بھلانے سے بھی نہیں بھولتا بلکہ حضرت نے اس خواب پر ایک شعر بھی بنا لیا تھا حالانکہ حضرت شاعر نہیں تھے، حضرت نے اپنی نوے سالہ زندگی میں دو ہی شعر کہے تھے، جس میں سے ایک یہ ہے ؎

مضطرب دل کی تسلی کے لئے
حکم ہوتا ہے ملا دو ناؤ کو

اور ایک شعر اور تھا ؎

ہمیں نقشِ قدم اشرف علی ملحوظ رکھنا ہے
جو کچھ فرما گئے ہیں وہ اسے محفوظ رکھنا ہے

تو دیکھا آپ نے مخلوق کی تکلیف دور کرنے پر اتنا بڑا انعام ملا۔ آج لوگ اس کو معمولی بات سمجھتے ہیں، سالک بننے کا شوق ہے مگر جس کو چاہا ڈانٹ دیا۔ تصوف نام ہے مخلوقِ خدا کی ایذاء رسانی کو جھیلنے کا۔ بعض مواقع ایسے ہوتے ہیں جہاں کہنا سننا بھی ہوتا ہے، لیکن اس کا موقع اپنے بڑوں سے مشورہ کرکے پوچھو، خود مت انتقام لو، بڑوں سے مشورہ کرکے عمل کرو کہ بدلہ لینے کا کیا موقعہ ہے اور کیا موقعہ نہیں ہے۔

غصہ کرنے کے نقصاناتِ عظیمہ

اس غصہ سے گھر کے گھر اجڑ گئے۔ غصہ سے ایک شخص نے دوسرے کو گھونسا مارا اس کی آنکھ باہر آ گئی، ساری زندگی کے لئے اندھا ہوگیا، اور مارنے والے کو کیا ملا؟ قصاص میں اس کی آنکھ نکال دی گئی۔ غصہ سے ایک آدمی کو جان سے مار دیا تو خود بھی قصاص میں مارا گیا، دو گھر کے چراغ بجھ گئے، دو خاندان تباہ ہو گئے۔

جب میں ناظم آباد میں رہتا تھا تو بارہ بجے رات میرے پاس ایک شخص آیا کہ صاحب میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں غصہ میں میرے منہ سے تین طلاق نکل گئی، اب میں کیا کروں، میں نے کہا اب کیا کرو گے ایک ہی دم سے تین طلاقیں مغلظہ واقع کر دیں۔ تو غصہ میں گھر بگڑ گیا، گھر اجڑ گیا، بچے الگ رو رہے ہیں اور بیوی الگ رو رہی ہے۔ یہ غصہ بہت خطرناک چیز ہے، غصہ کا علاج کراؤ۔ احادیث میں اس کا علاج موجود ہے۔ میری کتاب ''روح کی بیماریاں اور ان کا علاج'' ہے اس میں غصہ، حسد، بدنگاہی، جتنی روحانی بیماریاں ہیں اخترؔ کے قلم سے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان کا علاج لکھوا دیا ہے۔

غصہ ضبط کرنے کے انعامات

اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار احادیث سنا کر آج کی مجلس ختم کرتا ہوں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی آیات کے ذیل میں یہ چار حدیثیں پیش کی ہیں۔ پہلی حدیث ہے جس کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

((مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَّهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى إِنْفَاذِهٖ مَلَأَ اللّٰهُ قَلْبَهٗ أَمْنًا وَّإِيْمَانًا))

(جامع صغیر: ج۲، ص۱۷۹)

جس نے غصہ پی لیا جبکہ وہ غصہ کو جاری کرنے کی طاقت بھی رکھتا تھا، جس پر غصہ آیا اسے پیٹنے کی طاقت رکھتا تھا مگر اس نے غصہ پی لیا، بدلہ نہیں لیا تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو امن اور ایمان سے بھر دے گا یعنی امن وسکون عطا کرے گا اور ایمان سے بھر دے گا، یہ تلخ گھونٹ تو ہے مگر اس کے بدلہ اللہ تعالیٰ اسی وقت ایک لاکھ تہجد سے زیادہ ایمان عطا کر دیں گے۔ ارے! کہاں جاتے ہو شیطان کے راستہ پر، دیکھو! کیا انعام مل رہا ہے، لوٹ لو اللہ سے اس انعام کو۔

دوسری حدیث کے راوی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَّهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى أَنْ يُّنَفِّذَهٗ دَعَاهُ اللّٰهُ عَلٰى رُؤُوْسِ الْخَلَآئِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُخَيِّرَهٗ فِيْ أَيِّ الْحُوْرِ شَآءَ))

(ابو داؤد: ج۲، ص۳۰۳)

جو شخص غصہ پی لے اور معاف کر دے، بدلہ نہ لے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مخلوقات کے مجمع میں اسے بلائیں گے اور تمام حوروں کو سامنے کر کے فرمائیں گے کہ جس حور کو تو چاہے اس میں سے پسند کر لے۔ دیکھا آپ نے کتنا بڑا انعام ملا!

اب تیسری حدیث سنو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ وہ بندہ کھڑا ہوجائے جس کی کوئی مزدوری اللہ کے ذمہ واجب ہو:

((فَلَا يَقُوْمُ اِلَّا اِنْسَانٌ عَفَا))

(روح المعانی، ج۴، ص:۵۸، مکتبہ دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

پس نہیں کھڑا ہوگا کوئی آدمی مگر وہ جس نے کسی کی خطا کو معاف کیا ہوگا۔ یہ چاروں احادیث علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ کی تفسیر میں بیان کررہے ہیں، ایک آیت کی تفسیر میں چار احادیث سے استدلال ہورہا ہے، سبحان اللہ! تو چوتھی حدیث کے راوی حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں، یہ نہایت جلیل القدر صحابی ہیں، فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يُّشْرِفَ لَهُ الْبُنْيَانُ وَتُرْفَعَ لَهُ الدَّرَجَاتُ فَلْيَعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَهٗ وَيُعْطِ مَنْ حَرَّمَهٗ وَيَصِلْ مَنْ قَطَعَهٗ}

(روح المعانی، ج۴، ص:۵۸، مکتبہ دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

جو شخص اس بات سے خوش ہو کہ جنت میں اس کا اونچا مکان بنایا جائے اور جنت میں اس کے درجات بلند ہوجائیں فَلْيَعْفُ عَنْ مَّنْ ظَلَمَهٗ پس وہ اپنے ظالموں کو معاف کردے، وَلْيُعْطِ مَنْ حَرَّمَهٗ اور اس کو عطا کرے جو اس کو محروم کرے وَلْيَصِلْ مَنْ قَطَعَهٗ اور جو اس سے قطع رحمی کرے یعنی خون کے رشتہ کو ادا نہ کرے، اس سے وہ جوڑے رکھے، جیسے سگا بھائی ہے، خالہ ہے، ماموں ہے۔ بعض اوقات کچھ غلطیاں ہوجاتی ہیں تو ہم لوگ رشتہ کاٹ لیتے ہیں۔ نہیں، جوڑے رکھو، کوئی دوسرا بے وقوفی کرتا ہے تو بھی تم اس سے جوڑے رکھو۔

حضرت علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی باندی کا واقعہ

یہ چار احادیث بیان کرکے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بیان کیا کہ ان کی ایک خادمہ تھی جَعَلَتۡ تَسۡکِبُ عَلَیۡہِ الۡمَآءَ لِیَتَھَیَّأَ بِالصَّلٰوۃِ فَسَقَطَ الۡاِبۡرِیۡقُ مِنۡ یَدِھَا فَشَجَّہٗ وہ وضو کے لئے لوٹے سے پانی گرا رہی تھی تاکہ نماز کے لئے تیاری کرسکیں، اس کے ہاتھ سے لوٹا گر گیا، اس لوٹے نے حضرت علی بن حسین کو زخمی کردیا فَرَفَعَ رَأۡسَہٗ اِلَیۡھَا انہوں نے سر اٹھا کر غصہ سے دیکھا تو وہ خادمہ حافظہ قرآن تھی۔

پہلے زمانے میں تو سو فیصد مسلمان حافظ ہوتے تھے، جب اس نے دیکھا کہ بڑے میاں کو غصہ چڑھ گیا ہے، اس نے فوراً کہا وَالۡکٰظِمِیۡنَ الۡغَیۡظَ اور وہ لوگ جو اپنے غصہ کو پی جاتے ہیں، خدا کا کلام پڑھ کر سنا دیا، اللہ کے عاشقوں کا مقام دیکھو! جب یہ آیت سنی تو کیا کہا؟ یہ نہیں کہا کہ یہ نوکرانی ہے۔ آج کل اگر کوئی نوکر مسئلہ بتائے تو فوراً کہتے ہیں کہ اچھا! نوکر ہو کر ہمیں مسئلہ بتاتا ہے۔ تو انہوں نے فوراً فرمایا کَظَمۡتُ غَیۡظِیۡ میں نے اپنا غصہ پی لیا۔ یہ میرے مالک کا کلام ہے پھر اس نے پڑھا وَالۡعٰفِیۡنَ عَنِ النَّاسِ اور وہ لوگ جو بندوں کی خطائیں معاف کردیتے ہیں، اب انہوں نے فرمایا قَدۡ عَفَا اللہُ عَنۡکِ اللہ تجھے معاف کرے۔ ظاہر بات ہے جب اللہ سے معاف کرائیں گے تو کیا خود معاف نہیں کریں گے۔ اس میں ان کی معافی شامل ہے بلکہ یہ معافی کا بلیغ انداز ہے۔

اللہ والے قبولیت کے وقت کا انتظار کرتے ہیں

اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے قرآنِ پاک میں اپنی معافی کا ذِکر نہیں فرمایا، جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا کہ ہم نے آپ کے بیٹے، ہمارے بھائی یوسف کے ساتھ جو ظلم کیا ہے، ہم اس کی معافی مانگتے ہیں تو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں نے معاف کیا بلکہ فرمایا:

﴿سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ﴾

(سورۂ یوسف، آیت:۹۸)

میں اللہ سے تم لوگوں کے لئے معافی مانگوں گا۔ یہاں مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہاں سَوْفَ داخل کیا یعنی کسی قبولیت کے وقت میں تمہارے لئے معافی مانگوں گا یعنی رات کو تہجد کے وقت میں۔ اس پر مفسرین لکھتے ہیں کہ بعض اوقات اللہ والے قبولیت کے وقت کا انتظار کرتے ہیں تا کہ اس وقت میں ہماری دعا قبول ہوجائے۔ تو مفسرین لکھتے ہیں کہ یہاں حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی معافی کا ذکر اس لئے نہیں کیا کیونکہ جو اللہ تعالیٰ سے معاف کرائے گا کیا وہ خود معاف نہیں کرے گا؟ وہ تو باندازِ بلیغ معاف کرے گا۔ تو یہاں بھی وہی معاملہ ہے۔

اب لونڈی نے تیسری مرتبہ کہا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں تو اس کو آزاد ہی کر دیا۔ سنا آپ نے! فرمایا فَاَنْتِ حُرَّةٌ لِّوَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَاذْهَبِيْ جا تجھے میں نے آزاد بھی کر دیا۔

شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خادم کا واقعہ

شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ اپنے ملازم کو ڈانٹ رہے تھے۔ یہ واقعہ دیوبند کے صدر مفتی حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے خود بیان کیا کیونکہ حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں سے ہیں۔ تو فرمایا کہ جب شیخ الحدیث صاحب ڈانٹ رہے تھے تو اس وقت ان کے چچا مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ حیات تھے اور ان کے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ شیخ الحدیث صاحب کے والد تو مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے جو میرے شیخ حضرت پھولپوری کے استاد مولانا ماجد علی جونپوری کے ساتھ

پڑھتے تھے اور مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے میرے حضرت نے صحیح بخاری پڑھی تھی۔

تو مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث صاحب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ شیخ الحدیث صاحب ملازم سے کہنے لگے کہ تم نے تو یہ غلطی دس دفعہ کی ہے، ایک دفعہ معاف کیا، دو دفعہ معاف کیا، دسیوں دفعہ تم نے یہ غلطی کی، میں تمہارا کتنا بھگتوں؟ بھگتنا سمجھتے ہو؟ برداشت کرنے کو کہتے ہیں۔ تو شیخ الحدیث صاحب کے چچا مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے کان میں فرمایا کہ مولانا! اتنا بھگت لو جتنا قیامت کے دن اپنا بھگتوانا ہے یعنی اپنی جتنی معاف کرانی ہے اتنا معاف کرو۔

اللہ! اللہ! کیا اللہ والوں کو اللہ عقل و فہم دیتا ہے۔ بھائی دیکھو! آخر ہم لوگ بھی تو خطا کار ہیں، ہمیں بھی تو اللہ تعالیٰ سے معاف کرانا ہے، اس لئے اگر ہم معاف نہیں کریں گے تو ہم کس منہ سے اپنی معافی کرائیں گے۔ اللہ نے تو نصِ قطعی سے فرما دیا کہ جو شخص میرے بندوں کو معاف کردے میں اس کو قیامت کے دن معاف کردوں گا:

﴿اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ﴾

(سورۃ النور، آیت:۲۲)

یہ آیت کس کی شان میں نازل ہوئی؟ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں کہ کیا تم اس بات کو محبوب نہیں رکھتے ہو کہ تم اپنے بھانجہ مسطح رضی اللہ عنہ کی خطا کو معاف کردو جو بدری صحابی ہے اگرچہ اس سے غلطی سرزد ہوگئی ہے اور میں تمہاری خطا معاف کردوں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وَاللّٰہِ اِنِّیْٓ اُحِبُّ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لِیْ اللہ کی قسم! میں محبوب رکھتا ہوں کہ اللہ مجھے معاف کردے اور اپنے عزیز کو معاف کردیا۔

بلندی پر چڑھنے اور اترنے کی سنت

بس دوستو! یہ باتیں جو عرض کی ہیں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ایک سنت کا کبھی کبھی تذکرہ کرتا ہوں کہ جب بلندی پر چڑھیں تو اللہ اکبر کہئے اور جب نیچے اتریں تو سبحان اللہ پڑھئے۔ بخاری شریف کی روایت ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں فرماتے ہیں:

((کُنَّا اِذَا صَعِدْنَا کَبَّرْنَا وَاِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا))

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الدعوات، باب الدعوات فی الاوقاف)

جب ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بلندی پر چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے تھے اور نیچے اترتے تو سبحان اللہ کہتے تھے۔ آپ لوگ اس سنت کو زندہ کریں، آج کل اکثر دفاتر اور گھروں میں دو چار سیڑھیاں ضرور ہوتی ہیں تو اگر ہم سیڑھیاں چڑھتے وقت اللہ اکبر کہہ لیں تو ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ کرنے والوں میں ہوں گے اور اس زمانہ میں ایک سنت کو زندہ کرنے کا اجر سو شہیدوں کے برابر ہے، ایسے ہی اترتے وقت سبحان اللہ پڑھیں۔ چونکہ بلندی شایانِ شان خدا ہے اس لئے بلندی پر چڑھتے وقت اللہ اکبر کہئے اور پستی میں جانا شان کے خلاف ہے اس لئے نیچے اترتے وقت سبحان اللہ کہہ کر اللہ کی پاکی بیان کیجیے۔

ایک سنت کو زندہ کرنے پر سو شہیدوں کا ثواب ملے گا

مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے اس سنت کو زندہ فرمایا اللہ ان کو کروٹ کروٹ اپنی رحمت خاصہ سے نوازے۔ سارے عرب میں پاکستان، ہندوستان، لندن ہر جگہ اس سنت کو عام کر دیا۔ اگر ایک سنت کو زندہ کرلو دوستو! تو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ ایک سنت کو بھی حقیر نہ سمجھو کیونکہ

ایک نور دوسرے نور کا جاذب ہوتا ہے، جب ایک سنت پر عمل کریں گے تو دوسری سنت سیکھنے کی بھی توفیق ہوجائے گی، آج سے اس کا عہد کرلو۔ ابھی سیڑھیوں سے نیچے جانا پڑے گا تو سبحان اللہ پڑھیے۔

اہلِ عمل کی صحبتوں سے عمل کی توفیق ملتی ہے

ایک بات اور عرض کردوں کہ ایک بڑے مفتی صاحب نے بیس سال بخاری شریف پڑھائی ہے، لیکن جب مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے یہ حدیث بیان کی تو فوراً اس پر عمل شروع فرمادیا۔ مفتی صاحب کے یہاں بھی تقریباً بیس اکیس سیڑھیاں ہیں، وہ اوپر رہتے ہیں تو مجھ سے فرمایا کہ واقعی عمل جو ہے یہ اہلِ عمل کی صحبت سے عطا ہوتا ہے، میں نے بیس سال بخاری شریف پڑھائی مگر اس سنت پر عمل کی توفیق حاصل نہیں ہوئی۔ اللہ جزائے خیر دے مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کو کہ جب سے انہوں نے بیان کیا ہے میں ہمیشہ جب بھی سیڑھیوں سے چڑھتا ہوں اللہ اکبر کہتا ہوں، جب نیچے اترتا ہوں سبحان اللہ کہتا ہوں۔ یہ بات حضرت مفتی صاحب نے مجھ سے خود فرمائی۔ اس لئے کوئی اپنے علم پر کیا ناز کرسکتا ہے۔ اہلِ عمل کی صحبتوں ہی سے عمل کی توفیق ملتی ہے۔ دیکھو کتنی بڑی عبرت کی بات ہے، بعض اوقات ذہن متوجہ نہیں ہوتا۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَآ
اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى
خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ
بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ